سرزمین سندھ میں علم حدیث

مخدوم امیر احمد[1]

سرزمینِ سندھ وہ خوش نصیب خطہ ہے، جو برِّ صغیر ہند و پاکستان میں سب سے اول دین اسلام کے نور سے منور ہوا۔ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پانچ صحابیوں کے ہمراہ ایک مکتوبِ گرامی باشندگان سندھ کی طرف روانہ کیا تھا۔ اہل سندھ میں سے بعض سعید ارواح اس خط سے متاثر ہو کر دائرۂ اسلام میں داخل ہوئیں۔ پانچ صحابیوں میں سے دو صحابی سندھیوں کا ایک وفد ساتھ لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے گئے۔ باقی تین صحابی سندھ میں ہی رہ گئے۔ وہ سندھ میں اسلام کی تبلیغ کرتے رہے اور اس خطہ میں اسلام پھیلتا رہا۔[2]

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے خلیفۂ ثالث کے دورِ خلافت میں اس ملک کی طرف رخ کیا تھا اور دونوں ملکوں میں سرحدی جھڑپیں بھی ہوئی تھیں۔ آخر ۹۳ھ میں ایک پُرجوش نوجوان مجاہد محمد بن قاسم نے اس سرزمین کو فتح کر کے مقبوضات اسلامی میں شامل کر دیا۔

---

[1] پرنسپل سندھ اورینٹیل کالج حیدرآباد۔ مخدوم صاحب نے یہ مضمون کُل پاکستان تعلیمات اسلامی کانفرنس حیدرآباد منعقدہ جنوری ۱۹۶۳ء میں پڑھا تھا۔ موصوف شاہ ولی اللہ اکیڈمی کے ڈائرکٹر ہیں۔

[2] جمع الجوامع بحوالہ مخدوم محمد جعفر بوبکائی سندھی

یہ بھی ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ مسلمان جہاں بھی جاتے تھے وہاں علم کا علم بلند کرتے تھے۔ اور بلاتمیز رنگ ونسل مقامی باشندوں کو علم کی دولت سے مالا مال کرتے رہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بلّغوا عنی ولو آیۃ الحکمۃ ضالۃ المؤمن ان کے ذہن میں محفوظ تھے اور حضور اکرم ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول وفعل اور دنیا کی ہر نیکی اور علم کو اپنے یہاں ایک مقدس امانت تصور کرکے اس کا دوسروں تک پہنچانا اپنا فرض سمجھتے تھے۔

سندھ کی مٹی علم وحکمت کی کاشت کے لئے بڑی موزوں ثابت ہوئی اور یہاں سے وہ وہ علمی پھول پھوٹے جن کی مہک سے پورا عالم اسلامی معطر ہوا اور تا قیامت معطر رہے گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

سردست ہماری بحث صرف علم حدیث سے ہے۔ عام طور پر یہی کہا جاتا ہے کہ ہندوستان میں علم حدیث کی اشاعت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے سر اور ان کے بعد شاہ ولی اللہ دہلوی کے سر پر ہے لیکن حقیقت اس کے خلاف ہے۔ سندھی علماء ان دونوں بزرگوں سے پہلے اور بہت پہلے علم حدیث کی طرف متوجہ ہو چکے تھے اور وہ اس کی تعلیم وتربیت کا سلسلہ شروع کر چکے تھے۔

تاریخی حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے ہم سندھی محدثین کے چار درجے مقرر کر سکتے ہیں۔

۱- وہ محدثین جو نسلاً سندھی تھے لیکن ان کی ولادت ان کی نشو ونما اور ان کی تعلیم وتربیت عرب میں ہوئی وہ عرب میں رہے اور عرب میں فوت ہوئے۔

۲- وہ جو نسلاً عرب تھے، ان کی ولادت، نشو ونما، تعلیم وتربیت سب عرب میں ہوئی لیکن وہ ہجرت کرکے سندھ میں آئے اور سندھ کے ہو رہے۔

۳- وہ جو سندھ میں پیدا ہوئے اور سندھ میں تعلیم پاکر بعد میں دیارِ عرب کو ہجرت کر گئے۔ اور وہاں وفات پائی۔

۴- وہ جو سندھ میں پیدا ہوئے۔ ان کی تعلیم وتربیت سندھ میں ہوئی اور سندھ میں فوت ہوئے۔

(۱) امام ابو حنیفہ

پہلے درجے میں ہم سب سے اول حنفی مسلک کے بانی امام اعظم امام ابو حنیفہ کے نام نامی کو پیش

کرتے ہیں۔ آپ نسلاً سندھی ہیں۔ ؎۱

آپ کے اجداد یہاں سے ایران گئے اور ایران سے عراق آئے امام ابو حنیفہ عراق میں پیدا ہوئے اور وہاں وفات پائی۔

۲۔ امام اوزاعی۔ انہیں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمعصر شیخ الاسلام عبدالرحمٰن بن عمرو معروف بہ امام اوزاعی بھی سندھی تھے۔ ان کی جلالتِ قدر کو اہل علم بخوبی جانتے ہیں۔ آپ کا شمار مجتہدین میں ہوتا ہے۔ ایک فقہی مذہب کے بانی ہیں اور اندلس میں آپ کے مقلدین عرصہ دراز تک موجود تھے۔

آپ نے عطا ابن ابی رباح، قتادہ، شداد، نافع مولیٰ ابن عمر، امام زہری، اور محمد ابن سیرین جیسے بزرگوں سے علم حاصل کیا اور امام مالک، سفیان ثوری، شعبہ، عبداللہ بن مبارک اور یحییٰ بن سعید قسطان جیسے جلیل القدر ان کے شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں۔

آپ کی راست بازی اور حق گوئی کے قصے اسماء الرجال کی کتابوں میں محفوظ ہیں اور آپ کے فضل و علم کی نسبت ائمہ حدیث سے بہت ساری روائتیں مشہور ہیں۔ مثلاً ابن مہدی کہتا ہے کہ :۔

"حدیث میں چار امام ہیں :۔ اوزاعی، مالک، ثوری اور حماد بن زید۔ شام میں اوزاعی کے بغیر حدیث کے سمجھنے والا کوئی نہیں تھا"

امام احمد بن حنبل سے روایت ہے کہ

ایک دفعہ سفیان ثوری اور اوزاعی امام مالک کے پاس آئے۔ وہ دونوں جب واپس ہو گئے تو امام مالک نے فرمایا۔ ان دونوں میں سے ہر ایک علم میں اپنے ساتھی سے بڑھا ہوا ہے۔ لیکن پہلا (سفیان) علم و مذہب کی امامت کی صلاحیت نہیں رکھتا اور دوسرا (اوزاعی) میں امام بننے کی صلاحیت موجود ہے۔

آپ کی وفات ۱۵۶ھ میں حمام میں اچانک آگ لگ جانے کی وجہ سے ہوئی ؎۲

؎۱ تاریخ سندھ سید ابوظفر ندوی۔ ص۳۵۹

؎۲ تذکرۃ الحفاظ جلد اوّل ص۱۶۱ و تہذیب التہذیب ج ۶ ص۲۳۸

۳- ابو معشر بن عبد الرحمٰن سندھی

ابو معشر حدیث کے مشہور راویوں میں شمار ہوتے ہیں - آپ کا والد سندھ سے گرفتار ہو کر عرب پہنچا اور بنو ہاشم گھرانے کا غلام رہا - ابو معشر عرب میں پیدا ہوئے غلامی کی حالت میں تحصیل علم کی - اور ممتاز علماء میں شمار ہونے لگے - آپ کی روائتیں حدیث کی مشہور کتابوں "صحاح ستہ" میں سے ترمذی شریف میں موجود ہیں - آخر عمر میں آپ کا حافظہ اگرچہ کمزور ہو گیا تھا - جس کی وجہ سے علمائے جرح و تعدیل نے آپ پر جرح بھی کی ہے تاہم آپ ائمہ حدیث و مغازی میں شمار ہیں - علامہ ذہبی کا قول ہے کہ وہ (ابو معشر) حافظہ کی کمزوری کے باوجود بھی علم کا مخزن ہے "

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ

"وہ (ابو معشر) فن مغازی میں صاحب بصیرت اور صادق تھے، لیکن سلسلۂ اسناد یاد نہ رکھ سکتے تھے "

خطیب بغدادی کہتے ہیں :- "(ابو معشر) فن مغازی کے ماہرین میں سے تھے" حدیث کے بڑے بڑے امام مثلاً محمد بن ابی معشر، عبد الرزاق، ابو نعیم، سفیان ثوری، محمد بن بکار، منصور بن ابی مزاحم، لیث بن سعد وغیرہ کے نام ان کے شاگردوں کی فہرست میں داخل ہیں - باوجود اتنی مہارت اور قابلیت کے ان کا تلفظ درست نہ تھا اور ان کے تلفظ سے انکے وطن اصلی یعنی سندھ کی یاد تازہ رہتی تھی چنانچہ ابو نعیم کہتے ہیں - "ابو معشر سندھی تھے عربی الفاظ کا صحیح تلفظ نہیں کر سکتے تھے"

چنانچہ وہ کہتے تھے "حدثنا محمد بن قعب" اور اس "قعب" سے مراد "کعب" ہوتا تھا -

عباسی خلفا میں سے خلیفہ مہدی ان کے بڑے قدردان تھے اور ان سے محبت کرتے تھے - وہی ان کو مدینہ سے عراق لے گئے اور بغداد میں بٹھا کر تعلیم و تدریس کی خدمت ان کے سپرد کی آخر وہیں ماہ رمضان ۱۷۰ھ میں وفات پائی [1]

۴- ابو عبد الملک محمد بن ابو معشر سندھی

آپ ابو معشر عبد الرحمٰن کے فرزند اور شاگرد تھے، اپنے زمانہ کے بلند پایہ علما میں شمار ہوتے

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۱۲ تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۱۹ لسان المیزان

تاریخ بغداد للخطیب البغدادی ج ۱۳ ص ۴۲۷ لسان المیزان ج ۶ ص ۴۷ کتاب الانساب للسمعانی

تھے، باپ کی طرح حدیث اور مغازی کے فن میں خصوصی مہارت رکھتے تھے۔
بڑے بڑے علمائے حدیث آپ کے شاگرد ہیں۔ مثلاً آپ کے صاحبزادہ داؤد بن محمد بن ابی معشر ابوحاتم محمد بن ادریس رازی، محمد بن لیث جوھری، ابویعلی موصلی وغیرہ۔
آپ نے ۹۹ سال کی عمر پاکر سال ۲۴۷ھ میں وفات پائی[1]

۵- داؤد بن محمد بن ابی معشر سندھی

اپنے باپ محمد سے اپنے دادا ابومعشر کی کتاب المغازی روایت کرتے ہیں[2]

۶- الحسین بن محمد بن ابی معشر سندھی

حدیث کے راویوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ابن حبان نے ان کو 'ثقہ' لکھا ہے[3]۔

۷- ابومحمد خلف بن سالم

حافظ حدیث خلف بن سالم، سندھ سے عرب لائے گئے۔ آلِ مہلب کے غلام رہے۔ علم حدیث میں مہارت حاصل کر کے نام پیدا کیا، ذھبی اور ابن حجر عسقلانی نے ان کو "حافظ الحدیث" کے لقب سے یاد کیا ہے۔
آپ نے حدیث کا علم وقت کے بڑے بڑے محدثوں سے حاصل کیا، جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔
ھشیم بن بشیر، یحیٰی بن سعید قطان، عبدالرحمٰن بن مھدی، اسمعیل بن علیہ ....

---

[1] کتاب الانساب للسمعانی ورق ۳۱۸
تاریخ الخطیب البغدادی ج ۳ ص ۳۶۶
تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۲۴۷-۲۴۸
[2] تاریخ بغداد الخطیب ج ۸ ص ۳۷۶
[3] لسان المیزان ج ۲ ص ۳۱۲

سعد بن ابراہیم بن سعد، یعقوب بن ابراہیم بن سعد، معن بن عیسیٰ القزاز، ابونعیم، یزید بن ہارون، محمد بن جعفر، وھب بن جریر، عبدالرزاق بن ہمام، ابن نمیر۔ اور اسمٰعیل بن ابی حارث، حاتم بن لیث، یعقوب بن شیبہ۔ احمد بن ابی خیثمہ جعفر طیالسی، عباس دوری، یعقوب بن یوسف مطوعی، حسن بن علی معمری۔ احمد بن حسن بن عبدالجبار صوفی۔ ابوالقاسم بغوی۔ احمد بن علی ابار۔ عثمان دارمی، امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین۔ یعقوب بن شیبہ۔ حمزہ کتانی جیسے جلیل القدر علمائے حدیث ان کے شاگرد ہیں۔

امام نسائی نے ایک واسطے سے ان سے حدیث روایت کی ہے۔ ایک مسند بھی تصنیف کی تھی۔ بہت سادہ انسان تھے فن حدیث اور دوسرے علوم میں پوری مہارت رکھتے تھے۔

۲۲ رمضان پیر کے دن ۲۳۱ھ میں بعمر ۷۹ سال وفات پائی۔ [۱]

۸۔ عبدالرحیم بن حماد الثقفی سندھی

عراق کے مشہور تاریخی شہر بصرہ میں رہتے تھے اعمش کے شاگرد تھے اور عراقیوں کو درس حدیث دیتے تھے۔ بیہقی نے شعب الایمان میں ان کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ابن حبان نے ان کو ثقہ میں شمار کیا ہے [۲]

۹۔ نصراللہ بن احمد بن القاسم بن سیما سندھی

نام نصراللہ کنیت ابوالحسن تھی۔ بغداد میں باب الازج میں سکونت تھی ابوالقاسم بن بسر کے حدیث روایت کرتے تھے۔ خطیب بغدادی نے ان سے حدیث روایت کی ہے آپ نے ذی قعدہ ۴۳۳ھ میں وفات پائی۔ [۳]

---

[۱]۔ تاریخ بغداد للخطیب ج ۸ ص ۳۲۸۔۳۳۰۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۵ ص ۲۵ تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۱۵۲۔۱۵۳

[۲]۔ لسان المیزان ج ۴ ص ۵ [۳] تاریخ بغداد للخطیب ج ۱۳ ص ۳۰۲۔

۱۰۔ ابو نصر فتح بن عبداللہ سندھی

آل حکم کے غلاموں میں سے تھے۔ آزادی کے بعد حدیث، فقہ اور کلام کی تعلیم حاصل کرکے مہارت پیدا کی۔ حدیث میں وقت کے مشہور محدث حسن بن سفیان کے شاگرد تھے۔ 'فقیہ' اور متکلم کے لقب سے مشہور تھے۔ شاگردوں کا مجمع ہر وقت آپ کے پیچھے لگا رہتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ راستہ میں ایک بدمست عرب پڑا تھا۔ اُن کو دیکھکر اس نے کہا۔ اے غلام! میں تو زمین پر پڑا ہوں۔ اور تو اس شان کے ساتھ جارہا ہے؟ آپ نے جواب دیا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ میں نے تمہارے بزرگوں کا وطیرہ اختیار کیا اور تم میرے باپ دادوں کے طریقہ پر چل رہے ہو۔ ؎۱

جن محدثین کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے، وہ نسلاً سندھی تھے لیکن ان کی ولادت نشو ونما اور تعلیم و تربیت عرب میں ہوئی تھی۔ اب میں ان علمائے حدیث کا ذکر کرتا ہوں، جو نسلاً عرب تھے، ان کی پیدائش، نشو ونما، تعلیم و تربیت عرب میں ہوئی لیکن وہ عرب سے ہجرت کرکے سندھ میں آئے اور یہاں وفات پائی۔

۱۔ الربیع بن صبیح السعدی ابوبکر او ابوحفص بصری ثم سندھی

آپ بصرہ کے باشندے تھے۔ بڑے عابد و زاہد تھے۔ سعد بن زید مناۃ قبیلہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ حدیث روایت کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر نے ان کو صالح اور صدوق کہا ہے۔ بصرہ کے شہر میں یہ پہلے آدمی تھے جنہوں نے کتاب تصنیف کی۔

۱۶۰ھ میں آپ نے سندھ میں وفات پائی۔ ؎۲

؎۱۔ کتاب الانساب للسمعانی ورق ۴۱۳

؎۲۔ تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۴۷ - ۲۴۸

۲۔ موسیٰ بن یعقوب ثقفی اروری سندھی

آپ کی بھی پیدائش عرب میں ہوئی، وہاں علمی کمال حاصل کیا اور محمد بن قاسم کے ساتھ سندھ میں آئے۔ سندھ فتح کرنے کے بعد انہوں نے آپ کو "ارور" کا قاضی اور سندھ کا قاضی القضاۃ مقرر کیا۔ آپ کا خاندان سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ تک ارور میں موجود تھا۔ چنانچہ ۶۱۳ھ میں کمال الدین اسمٰعیل بن علی بن محمد ثقفی اپنے وقت کے بڑے عالم تھے۔ اور ارور میں قضا کے عہدہ پر مامور تھے۔[1]

۳۔ محمد بن ابی الشوارب منصوری، سندھی

آپ ۲۸۳ھ میں عراق سے آکر سندھ میں آباد ہوئے۔ بہت بڑے عالم تھے عراق میں عموماً اور بغداد میں خصوصاً لوگ ان کی بڑی قدر کرتے تھے۔ خلیفۂ بغداد اور عباسی شہزادے ان کی صحبت سے فائدہ اٹھاتے اور بوقت ضرورت ان کی حاجت روائی بھی کرتے۔[2]

۴۔ قاضی ابو محمد منصوری

آپ بھی غالباً ان محدثین میں سے ہیں جو عرب سے آکر سندھ میں بس گئے تھے۔ ظاہری مذہب کے امام تھے۔ اچھی اچھی کتابیں تصنیف کی تھیں۔ علم حدیث میں آپ کے پایہ بہت بلند تھا۔ چنانچہ منصورہ میں قضا کا عہدہ آپ کے سپرد کیا گیا تھا۔

آپ کا ایک مدرسہ بھی تھا جس میں آپ درس دیتے تھے۔[3] وفات کی تحقیق نہ ہو سکی البتہ یہ معلوم ہے کہ ۳۷۵ھ میں وہ منصورہ میں موجود تھے۔

مندرجہ ذیل محدثین کا شمار بھی اسی صف میں ہو سکتا ہے جو خلیفۂ وقت کے نائب بن کر سندھ میں تشریف لائے اور حکومت کے ساتھ ساتھ اپنا علمی مذاق بھی قائم رکھا۔ اس سلسلے میں سنان بن سلمہ ہذلی اور عمرو بن مسلم باہلی کے نام قابل ذکر ہیں۔ اوّل الذکر حجاج بن یوسف کے زمانہ میں سندھ کے امیر

---

[1] ۔ چچنامہ

[2] ۔ الکامل ج ۷ ص ۳۳۴ [3] احسن التقاسیم ص ۴۸۱

تھے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے زمانے میں سندھ کی ولایت پر مامور تھے۔ ان دونوں حضرات کو اسماألرجال کی کتابوں میں رواۃ حدیث میں شمار کیا گیا ہے۔

اب ان بزرگوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو سندھ میں پیدا ہوئے اور اسی ملک میں ان کی تعلیم و تربیت ہوئی بعد میں وہ عرب یا دوسرے اسلامی ملکوں کی طرف ہجرت کر گئے۔ اس سلسلے میں سب سے اوّل دیبل اور منصورہ کے مندرجہ ذیل علماء قابلِ ذکر ہیں:۔

۱۔ خلف بن محمد موازینی دیبلی سندھی

دیبل میں پیدا ہوئے اور وہیں کے مشہور عالم علی بن موسیٰ دیبلی سے تعلیم پائی۔ پھر بغداد چلے گئے اور وہاں سکونت اختیار کی۔ حدیث کی روایت اپنے استاد علی بن موسیٰ دیبلی سے کرتے تھے۔ خطیب بغدادی نے ان کی ایک حدیث "کلام اھل السموات لاحول ولا قوۃ الا باللہ" تاریخ بغداد میں روایت کی ہے [1]

۲۔ ابو جعفر محمد بن ابراہیم بن عبداللہ دیبلی، سندھی

آپ عراق میں رہتے تھے۔ ابو عبیداللہ سعید بن عبدالرحمٰن مخزومی سے ابن عیینہ کی کتاب التفسیر اور ابو عبداللہ حسین بن الحسن سے ابن مبارک کی کتاب البِرّ والصِلہ روایت کرتے تھے۔ عبدالحمید بن صبیح، ابوالحسن احمد بن ابراہیم بن فراس مکی، ابوبکر محمد بن ابراہیم بن علی بن المقری ان کے شاگردوں میں سے تھے [2]

۳۔ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم، دیبلی، سندھی

آپ نے موسیٰ بن ھارون اور محمد بن علی صائغ وغیرھما سے حدیث روایت کی ہے [3]

---

[1]۔ تاریخ بغداد للخطیب ج ۸، ص ۳۳۳، کتاب الانساب للسمعانی ورق ۲۳۶

[2]۔ کتاب الانساب للسمعانی ورق ۲۳۶

[3] کتاب الانساب للسمعانی ورق ۲۳۶

۴۔ ابوالغنم شعیب بن محمد بن احمد بن شعیب دیبلی سندھی

ابن ابی قطعان کی کنیت سے مشہور تھے۔ دیبل سے مصر چلے گئے اور وہاں حدیث کا درس دیتے رہے، ابو سعید بن یونس ان کے شاگردوں میں سے تھے[1]

۵۔ ابوالعباس محمد بن محمد بن عبداللہ الوراق۔ دیبلی سندھی

بڑے جید عالم، صالح اور زاہد تھے، ابوخلیفہ فضل بن الحباب جمحی، جعفر بن محمد بن حسن الفریانی عبداللہ بن احمد بن موسیٰ عسکری اور عثمان بن ابوسوید بصری اور ان کے ہمعصروں سے روایت کرتے تھے ابوعبداللہ حاکم ان سے حدیث روایت کرتے ہیں۔ رمضان ۳۹۷ھ میں وفات پائی[2]

۶۔ ابوالعباس احمد بن عبداللہ بن سعید دیبلی سندھی

آپ بڑے عابد اور زاہد تھے۔ علم حاصل کرنے کے لئے کافی سفر کیا تھا۔ بصرہ میں قاضی ابوخلیفہ بغداد میں جعفر بن محمد الفریانی، مکہ شریف میں فضل بن محمد جندی اور محمد بن ابراہیم دیبلی، مصر میں علی بن عبدالرحمٰن و محمد بن زیان، دمشق میں ابوالحسن احمد بن عمیر، بیروت میں ابو عبدالرحمٰن مکحول، حران میں ابوعروبہ حسین بن ابومعشر، تستر احمد بن زہیر تستری، عسکر میں مکرم عبدان بن احمد الحافظ اور نیشاپور میں ابوبکر محمد اسحاق بن خزیمہ سے حدیث سنی تھی، حاکم ان سے حدیث روایت کرتے تھے۔ ان کی وفات نیشاپور میں رجب ۳۴۳ھ میں ہوئی۔[3]

۷۔ احمد بن محمد قاضی منصوری سندھی

عراق اور فارس میں سکونت رکھتے تھے۔ ابوالعباس کنیت تھی فارس میں ابوالعباس اشرم اور بصرہ میں ابوروٗف ہروی اور ان کے طبقے کے لوگوں سے حدیث سنی تھی۔ حاکم ان کے شاگرد تھے۔

---

[1]۔ کتاب الانساب ورق ۲۳۶

[2]۔ کتاب الانساب ورق ۲۳۶ب

[3]۔ کتاب الانساب ورق ۲۳۶

ان کا کہنا ہے کہ ان سے زیادہ خوش طبع میں نے کوئی عالم نہیں دیکھا ہے،

داؤد اصفہانی ظاھری کے مذہب کے امام تھے ؎۱

۹- ابو محمد عبداللہ بن جعفر بن مرہ منصوری سندھی

حسن بن مکرم اور ان کے طبقہ کے لوگوں سے حدیث روایت کرتے تھے - حاکم نے ان سے بھی روایت کی ہے -

۱۰- قاضی عبداللہ بن قاضی ابراہیم دیبلوی سندھی

یہ ایک بڑے عالم اور متقی بزرگ تھے - انہوں نے مخدوم عبدالعزیز ابھری ہروی سے فضل و کمال حاصل کیا تھا - ان کا مزاج تند تھا - ابتدا میں اپنے پرانے وطن دربیلہ (ضلع نواب شاہ) میں رہتے تھے لیکن جب شاہ بیگ نے سندھ فتح کر لیا تو کچھ عرصہ وہ باغبان اور رلادت میں بھی آکر رہے تھے - ۹۳۲ھ میں وہ سندھ سے گجرات چلے گئے - پھر وہاں سے مدینہ منورہ جاکر رہنے لگے اور وہیں انتقال کر گئے - تاریخ وفات کی تحقیق نہ ہو سکی ؎۲

۱۱- شیخ رحمتہ اللہ بن قاضی عبداللہ دربیلوی ثم مدنی سندھی

شیخ رحمتہ اللہ اپنے زمانے میں محدث بے مثل اور فقہ میں یگانہ تھے - احکام حج پر انہوں نے تین رسالے لکھے - جن میں سے 'المنسک المتوسط' عربستان میں آج تک رائج ہے اور ملا علی قاری جیسے علامہ وقت نے اس کی شرح لکھی ہے ؎۳

آپ بھی اپنے والد کی تقلید کر کے مدینہ شریف ہجرت کر گئے اور آخر عمر تک وہیں رہے ۱۲ محرم ۹۹۲ھ کو مکہ شریف میں واصل بحق ہو گئے -

تاریخ وفات "رحمتہ اللہ قد نال مرادہ" سے نکالی گئی - روایت ہے کہ جب لوگ آپ کی تدفین سے

؎۱ - کتاب الانساب ورق ۳/۵ ؟

؎۲ - تاریخ معصومی اردو ترجمہ ص ۲۷۸، ص ۲۷۹ ؎۳ تاریخ معصومی اردو ص ۲۷۹

فارغ ہوئے تو اس وقت بارش ہوئی۔

شیخ عبداللطیف مکی معروف بہ مخدوم زادہ نے شیخ رحمتہ اللہ کی وفات پر ایک مرثیہ لکھا۔ اس کے ایک بیت میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے۔

رحمۃ اللہ لا تفارق مثویٰ رحمۃ اللہ بالحیا والغمام[1]

حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ آپ کو "شیخ الحرمین" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔[2]

۱۲۔ شیخ حمید بن قاضی عبداللہ دربیلوی ثم مدنی سندھی

شیخ عبدالحمید فضل وکمال سے آراستہ اور عقلی اور نقلی علوم میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ تفسیر و حدیث اور علی الخصوص علم حدیث میں بڑا دخل رکھتے تھے۔ سندھ سے گجرات چلے گئے وہاں بھی حدیث کا درس دیتے رہے۔ بھکر کے میر محمد معصوم، مصنف تاریخ معصومی و بانی مینار معصوم سکھر، نے گجرات میں آپ سے مشکوٰۃ شریف اور دیگر کتب احادیث از اول تا آخر پڑھکر اجازت حاصل کی تھی۔

شیخ موصوف نواب خان اعظم (عزیز کوکہ) کے ساتھ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے اور پھر مکہ شریف میں سکونت اختیار کرلی اور وہاں کے شیوخ سے جن میں شیخ عبدالرحمٰن ابوالفضل زین الدین شاگرد علامہ ابن حجر عسقلانی بھی شامل ہیں، استفادہ کیا۔ اس کے بعد مکہ شریف میں ہی درس و تدریس میں مشغول رہے اور اپنے وقت میں مکہ میں علم حدیث کے شیخ مانے گئے۔[3]

آپ کے اخلاق صوفیانہ تھے دنیا سے دور بھاگتے تھے اور سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ انہوں نے سال ۱۰۰۹ھ میں بعمر نوے سال رحلت فرمائی۔ اور مکہ شریف میں اپنے بھائی شیخ رحمتہ اللہ کے پاس دفن ہوئے۔[2]

---

[1] النور السافر ص۲۲۹ [2] مکتوبات امام ربانی

[3] تاریخ معصومی ص۲۴۰

مولانا مصلح الدین لاری، سندھی

انتہائی دانشمند اور علوم عربیہ میں اچھی مہارت رکھتے تھے، سندھ کے حاکم مرزا شاہ حسن کے استادوں میں سے تھے۔ ۹۵۱ھ میں مکہ معظمہ چلے گئے۔

شرح شمائل ترمذی، حواشی تفسیر بیضاوی، شرح منطق فارسی اور دیگر رسائل ان کی تصنیفات میں سے ہیں۔ [1]

شیخ عبداللہ متقی بن مولانا سعد دربیلوی سندھی

علوم مکتبی کے ماہر اور علوم تفسیر و حدیث میں اپنے عہد میں بے نظیر تھے ۹۲۷ھ میں سندھ سے گجرات گئے اور قاضی عبداللہ علیہ الرحمتہ کی صحبت سے سرفراز ہوئے۔ اس کے بعد مدینہ طیبہ میں قاضی قاضن کی صحبت میں وقت گذارتے رہے۔ ہر علم میں ان کی تصنیفات اور رسالوں کا ذکر ملتا ہے [2] شیخ محی الدین عیدروس آپ کے حق میں لکھتے ہیں۔ "وہ زبردست عالم اور برگزیدہ متبحر امام تھے"۔ انہوں نے شیخ شہاب الدین سہروردی کی کتاب "عوارف المعارف" پر حاشیہ لکھا تھا

سال ۹۸۴ھ میں مکہ شریف میں رحلت فرمائی [3]

مخدوم ابوالحسن ٹھٹوی سندھی ثم مدنی

نورالدین محمد بن عبدالھادی ٹھٹوی ثم مدنی معروف بہ شیخ ابوالحسن کبیر۔ سندھ کے مشہور تاریخی شہر ٹھٹہ میں پیدا ہوئے۔ وہاں کے علماء سے علم حاصل کیا۔ پھر مدینہ شریف ہجرت کر گئے۔ اور وہیں سکونت اختیار کی۔

آپ نے مدینہ منورہ میں "مدرستہ الشفا" نام سے ایک مدرسہ قائم کیا یہ مدرسہ آج تک موجود ہے اور ترکی اوقاف میں شامل ہے۔ راقم الحروف کو جب اللہ تعالیٰ نے ۱۹۵۲ء میں حرم نبوی

---

[1] تاریخ معصومی اردو ص ۲۸۱

[2] تاریخ معصومی اردو ص ۲۸۱ [3] النور السافر ص ۳۵۷

کی زیارت کی توفیق عطا کی تو اس مدرسہ کو بھی دیکھنے کا موقعہ ملا۔

اس مدرسہ کو "مدرستہ الشفا" کیوں کہا گیا؟ اس کے متعلق دو روایتیں ہیں، ایک یہ کہ اس مدرسہ میں قاضی عیاض کی مشہور کتاب "الشفا فی تعریف حقوق المصطفیٰ" کا درس لازمی طور پر اور خاص اہتمام سے دیا جاتا تھا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ شیخ کے زمانہ میں ایک سالار فوج بیمار پڑ گیا تھا اور زندگی کی امید منقطع ہو چکی تھی آخر اس نے شیخ ابوالحسن کی طرف رجوع کیا جو اس وقت مسجد نبوی میں حدیث کا درس دیتے تھے۔ اور نذر مانی کہ اگر اس کو اللہ تعالیٰ نے صحت عطا کی تو وہ حضرت شیخ کی تدریس کے لئے ایک مدرسہ تعمیر کرائیں گے۔ شیخ کی دعا مستجاب ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اس کو تندرستی عطا کی اس نے اپنی نذر پوری کی اور شیخ کے لئے ایک مدرسہ بنایا۔ اس مدرسہ کا نام "مدرستہ الشفا" رکھا گیا ہمارے خیال میں ان دونوں روایتوں میں کوئی تعارض یا تضاد نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مدرسہ کے نام میں دونوں مناسبتوں کا خیال رکھا گیا ہو۔

اس مدرسہ میں ایک اچھا خاصہ کتب خانہ ہے۔ جس میں مخطوطات کا ایک بڑا ذخیرہ جمع ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ کتابیں اکثر و بیشتر شیخ ابوالحسن کے شاگردوں کی لکھی ہوئی ہیں۔

مسند امام احمد بن حنبل کے ایک مخطوط نسخہ پر میں نے دیکھا کہ آخر میں ایک طالب علم نے لکھا تھا کہ میں نے یہ کتاب شیخ ابوالحسن سندھی کی خدمت میں مسجد نبوی میں فلاں وقت پڑھ کر پوری کی اور حلقۂ درس میں اتنے طالب علم شامل تھے۔

آپ کے اساتذہ میں شیخ شمس محمد بن عبدالرسول برزنجی، برھان کورانی اور عبداللہ بصری جیسے شیوخ شامل تھے۔

مخدوم ابوالحسن نے "صحاح ستہ" پر حواشی لکھے تھے، جن میں سے اکثر حواشی مصر اور ہندوستان میں چھپ چکے ہیں۔ ان کے علاوہ مسند امام احمد بن حنبل، اذکار نودیہ پر بھی حواشی تحریر کئے تھے۔ علامہ ابن حجر کی کتاب "شرح نخبتہ الفکر" پر بھی حاشیہ لکھا تھا۔ فقہ کی مشہور کتاب ہدایہ کی شرح بھی لکھی تھی۔ خلاصہ یہ کہ آپ فن حدیث کے ایک محقق حافظ اور صاحب تدقیق فاضل تھے۔ تاریخ

وفات میں اختلاف ہے - علامہ کتانی ۱۱۳۹ھ اور علامہ عبدالرحمٰن الجبرتی ۱۱۳۶ھ بتاتے ہیں۔ آپ کا مدینہ منورہ کا انتقال ہوا۔ [1]

شیخ محمد حیات عادلپوری سندھی۔ ثم مدنی

شیخ محمد حیات بن ابراہیم عرف پھلیارہ قوم چاچڑ آپ عادلپور ضلع سکھر سندھ کے باشندے تھے۔ حسن اتفاق سے آپ کی ولادت بھی مدینہ منورہ میں ہوئی تھی آپ کی تعلیم و تربیت سندھ میں ہوئی۔ بعد میں حجاز مقدس تشریف لے گئے وہاں جاکر شیخ ابوالحسن کبیر، شیخ عبداللہ بن سالم البصری، شیخ ابوطاہر کورانی اور شیخ حسین عجیمی جیسے فضلائے دہر سے استفادہ کیا۔

شیخ ابوالحسن سندھی کی رحلت کے بعد ۲۴ سال تک ان کی مسند پر بیٹھ کر حدیث کا درس دیا۔

شیخ محمد حیات کی مندرجہ ذیل تصانیف ہیں۔

منذری کی کتاب "ترغیب و ترھیب" کی شرح دو جلد۔ نووی کی کتاب اربعین کی شرح ملا علی قاری کی "اربعین" کی شرح - الایقاف علی سبب الاختلاف، و تحفۃ الانام فی العمل بحدیث النبی صلی اللہ علیہ والصلواۃ والسلام - رسالہ ردّ بدعت تعزیہ۔ النھی عن عشق المردان والنسوان۔

شیخ عبدالقادر کوکبانی لکھتے ہیں کہ:- ایک طویل مدت ان کی صحبت میں رہا لیکن کبھی نہیں دیکھا کہ انہوں نے کوئی مباح (خلاف سنت) بات بھی منہ سے نکالی ہو۔

آپ کے شاگردوں کی فہرست بڑی طویل ہے جن میں شیخ عبدالقادر کوکبانی، شیخ محمد سویدی۔ شیخ ابوالحسن صغیر سندھی، سید غلام علی آزاد بلگرامی اور فاخر الہ آبادی جیسے جلیل القدر

---

[1] فہرس الفہارس۔ ج ۱ ص ۱۰۳ و الجبرتی ج ۱ ص ۲۷۳

علماء شامل ہیں۔

شیخ محمد فاخر الہ آبادی نے آپ کی شان میں ایک لمبا قصیدہ لکھا ہے۔ جس کے چند بند یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

باد بر روئ صفحۂ دوراں	محفل آرائ حلقۂ انساں
شیخ اسلام عصر و علامہ	در فنونِ حدیث فہّامہ
موشگافِ دقائق ایماں	راز دانِ حقائق ایماں
رستہ از حبس ربقۂ تقلید	جستہ بر اجتہاد رائے مزید
آں محمد حیات بخت بلند	بحدیث نبی قوی پیوند
سرِ من خاک پائے او بادا	جانِ من در رضائے او بادا

(مثنوی زائر)

شیخ محمد حیات نے بتاریخ ۲۶ صفر ۱۱۶۳ھ بیوم اربعاء وفات فرمائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ [۱]　　(مسلسل)

جس طرح تمام اہل تصوف کا اس بات پر اتفاق ہے کہ طریقت کے سب سلسلوں کی اصل ایک ہے، اسی طرح یہ سب بزرگ اس امر میں بھی متفق ہیں کہ سالک راہ طریقت کا سب سے پہلا کام یہ ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے عقائد کو درست کرے۔ اس ضمن میں اسے صحابہ، تابعین، اور سلف صالحین کے عقائد کو اپنے لئے مشعل راہ بنانا چاہیئے۔ عقائد کو درست کرنے کے بعد اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسلام کے جملہ ارکان کو بجالائے۔ گناہوں سے بچے۔ شریعت نے جن امور کو ملعون قرار دیا ہے، ان کا سدّ باب کرے۔ یہ راہ طریقت کا پہلا مقام ہے۔ اور اسی کا نام طاعت ہے

(ہمعات)

[۱] - اُنس الظاہر ج ۱ ص ۳۶۲ - سبحۃ المرجان ص ۹۵ تاج الکرامۃ - ابجد العلوم ص ۸۲۹